واپس لے سکتا ہے نہ خریدنے والا قیمت لوٹائے گا ....
اور چونکہ مقصود اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا اظہار تھا اس لئے معاملے کو اپنی طرف سے شروع کیا نہ کہ بیچنے والوں کی طرف ، یعنی یہ نہیں کہا کہ مومنوں نے بیچ ڈالی بلکہ کہا " اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے خریدلی" گویا معاملے کا طالب وہ تھا حالانکہ ہر طرح کی طلب و احتیاج سے وہ منزہ ہے اور جو متاع اس نے قبول کی وہ بھی اسی کی تھی اور جو کچھ معاوضے میں بخشا وہ بھی اس کے سوا اور کس کا ہو سکتا ہے "

(ص ۳۴۳ - ۳۴۴)

متاعِ ایمان جیسی عظیم نعمت تو بہت سوں کو حاصل ہو جاتی ہے لیکن " حُبِّ ایمانی " کی لذّت کم ہی خوش نصیبوں کو میسّر آتی ہے اور جنھیں یہ لذّت میسّر آجاتی ہے وہ راہِ حق میں سب کچھ قربان کر گزرتے ہیں ــــ ان کے جذباتِ ایثار و قربانی کا وہ حال ہوتا ہے جو " الصّٰفّٰت " میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو بندوں سیّدنا ابراہیم و اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہا " فَلَمَّآ اَسْلَمَا...." تسلیم و رضا کی اس کیفیت کی انتہا مرتبۂ شہادت پر سرفرازی ہے ــــ جو بندۂ مومن کا مقصود و مطلوب ہے لیکن مالکِ حقیقی کے مخلص بندے جانِ نحیف کا نذرانہ حضرتِ حق کے حضور پیش کرنے کے بعد بھی اس احساس کا شکار ہوتے ہیں کہ :

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

جو شہادت اس وقت زیرِ بحث ہے اور جسے "مطلوب و مقصودِ مومن" کہا گیا ہے اور واقعتہً ہے بھی ایسا ، اس کا لُغوی مفہوم " گواہی اور قطعی خبر" ہے ــ مشہور لغوی امام راغب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول

" وہ بات جو کامل علم و یقین سے کہی جائے خواہ وہ علم مشاہدۂ بصر سے ہوا ہو یا بصیرت سے "۔ (اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۱ ص ۸۱۶ پنجاب یونیورسٹی لاہور)

جب کہ شریعت کی اصطلاح میں :

" ایک مسلمان کی بلا شرکت غیرے اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور حضرت محمد صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلّم کی رسالت کے اقرار کو شہادت کہا جاتا ہے۔ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنے کی غرض سے ایک مسلمان کا میدانِ جنگ میں اپنی جان دے دینا بھی شہادت ہے۔ ایسے مسلمان کو شہید کہتے ہیں جو لفظ شہادت ہی سے مشتق ہے۔"

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۱ : ۸۱۶)

گویا اعلیٰ ترین مقاصد کے لئے ـــــ کلمۃ اللہ کے اعلاء کے لئے جاں فروشی اور جاں سپاری کا نام شہادت ہے ـــــ اور یہی مطلوب و مقصودِ مومن ہے ـــــ جیسا کہ عرض کیا گیا یہ سعادت کم ہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے ـــــ النساء کی آیت ۶۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

" اور (دیکھو) اگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو (یعنی لڑتے لڑتے لڑائی میں جان دے دو) اور حکم دیتے کہ اپنے گھروں سے ہجرت کر کے نکل کھڑے ہو، تو (ان کا کیا حال ہوتا ؟ یہ ہوتا کہ) چند آدمیوں کے سوا کوئی بھی اس کی تعمیل نہ کرتا حالانکہ جس بات کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو ان کے لئے بہتری بھی تھی اور (راہِ حق میں) پوری طرح جمے بھی رہتے۔" (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۶-۴۸۵)

اور البقرۃ : ۲۴۹ میں جناب طالوت کے ایک لشکر کا ذکر کیا گیا جو بڑے دعاوی کے ساتھ گھر سے دشمن کا مقابلہ کرنے نکلا اور اسے ایک ندی کی آزمائش سے دوچار کیا گیا ـــــ پھر کیا ہوا ؟ یہی کہ

" بہت تھوڑے لوگ اس آزمائش میں کامیاب اترے "

لیکن جو تھوڑے سے لوگ کامیاب قرار پائے اور آزمائش میں پورے اترے ـــــ ان کا کہنا تھا کہ

(تم دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت سے ہراساں کیوں ہوئے جاتے ہو)
کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعتوں پر حکمِ الٰہی سے غالب آگئیں
اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ (ج ۲ ص ۲۲۲)

گویا "جو لوگ ایک گھڑی کی پیاس ضبط نہیں کر سکتے وہ میدانِ جنگ کی محنتیں کیوں کر برداشت کریں گے؟ اور جو برداشت کر گزرتے ہیں اور "یَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ" کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں ___ ان کے لئے اس دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آنے والی دنیا میں بھی ___ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی رفاقت و معیّت کو اللہ رب العزت نے "حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا" فرمایا ___ (النساء : ۶۹)۔ راہِ حق کی موت ___ موت نہیں، بلکہ حقیقی زندگی ہے، نہ صرف متعلقہ شخص کی بلکہ ساری قوم کی ۔ع۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

اس موت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ذکر کیا کہ حکم دے دیا گیا کہ جو لوگ اس راستہ میں مر کر اس نعمت سے سرفراز ہو جائیں ان کو مُردہ کہنے کی اجازت نہیں۔ ___ بلکہ ایسا گمان و خیال بھی نہ کرو ___ یہ لوگ زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے شاداں و فرحاں ___ روحانی رزق سے متمتع ہونے والے ___ (البقرۃ : ۱۵۴۔ آلِ عمران : ۱۷۰) یہ وہ راہ ہے جس کی خواہش و تمنّا خود اس ذاتِ گرامی نے کی ___ جس کا وجود مقصدِ تخلیقِ کائنات ہے ___ جو ع بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر ___ کا مصداق اور اپنے پروردگار کا محبوب ہے، لیکن اس کی خواہش ہے، ایک بار نہیں بار بار کہ وہ صبحِ قیامت اپنے رب کے حضور اس طرح حاضر ہو کہ اس کی پیشانی خون آلود ہو اور اس کے کپڑے لہو میں تر بہ تر ___ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ___ محدّثِ امّت ___ فرماتے ہیں کہ امام الرسل، خاتم الانبیاء والمعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا:

لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى
ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ۔ (بخاری، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح

ج ۲ ص ۱۱۱۸ ___ المکتب الاسلامی، بیروت)

میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں
___ اور ایسا بار بار ہو... الخ

امام خاتم و معصوم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ___ اپنے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حوالہ سے فرمایا:

صبحِ قیامت ایک فرد بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں واپسی کا خواہش مند ہو گو کہ اس طرح اسے دنیا بھر کی نعمتیں میسّر آ جائیں ہاں شہید کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ شہادت پر سرفراز ہونے کے سبب جس عزت و کرامت سے بہرہ ور ہوگا اس کی وجہ سے اس کی خواہش ہوگی کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور بار بار (دس بار) راہِ حق میں مارا جائے
(بخاری، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ : ۱۱۲۰)

حضرت الامام ترمذی اور حضرت الامام ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی کہ سیّد ولدِ آدم خاتم النبیین والمعصومین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

ہر مرنے والے کا نامۂ عمل مرنے کے ساتھ ہی لپیٹ دیا جاتا ہے۔ ہاں شہیدِ راہِ حق کا معاملہ مستثنیٰ ہے کہ وہ ایک تو قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے دوسرے صبحِ قیامت تک ایثار و قربانی کے سبب اس کے نامۂ عمل میں اضافہ ہوتا رہے گا ___ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۲۴)

اس مرحلہ پر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خواہش کے باوصف شہادت سے سرفراز نہیں ہو سکتے۔ اس کی دورِ اوّل میں ایک بہت ہی اہم مثال حضرت خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ___ جن کی قبولِ اسلام کے بعد ساری زندگی انہی معرکوں میں گزری اور ان کے وجود مقدس کا ہر حصّہ زخمی تھا لیکن موت ___ چارپائی پر ___ سبب تو محدّثین و شارحین

(تم دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلّت سے ہراساں کیوں ہوئے جاتے ہو)
کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعتوں پر حکمِ الٰہی سے غالب آگئیں
اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ (ج ۲ ص ۲۲۲)

گویا " جو لوگ ایک گھڑی کی پیاس ضبط نہیں کر سکتے وہ میدانِ جنگ کی محنتیں کیوں کر برداشت کریں گے ؟ اور جو برداشت کر گزرتے ہیں اور " یَقۡتُلُوۡنَ اور یُقۡتَلُوۡنَ " کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں —— ان کے لئے اس دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آنے والی دنیا میں بھی —— یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی رفاقت و معیّت کو اللہ رب العزّت نے " حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا " فرمایا —— (النساء : ٦٩) ۔
راہِ حق کی موت —— موت نہیں ، بلکہ حقیقی زندگی ہے ، نہ صرف متعلقہ شخص کی بلکہ ساری قوم کی ؏ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

اس موت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ذکر کیا کہ حکم دے دیا گیا کہ جو لوگ اس راستہ میں مرکر اس نعمت سے سرفراز ہو جائیں ان کو مُردہ کہنے کی اجازت نہیں۔ —— بلکہ ایسا گمان و خیال بھی نہ کرو —— یہ لوگ زندہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے شاداں و فرحاں —— روحانی رزق سے متمتع ہونے والے —— (البقرۃ : ۱۵۴۔ آلِ عمران : ۱۷۰) یہ وہ راہ ہے جس کی خواہش و تمنّا خود اس ذاتِ گرامی نے کی —— جس کا وجود مقصدِ تخلیقِ کائنات ہے —— جو ؏ بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر —— کا مصداق اور اپنے پروردگار کا محبوب ہے لیکن اس کی خواہش ہے ، ایک بار نہیں بار بار کہ وہ صبحِ قیامت اپنے رب کے حضور اس طرح حاضر ہو کہ اس کی پیشانی خون آلود ہو اور اس کے کپڑے لہو میں تر بہ تر —— حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ —— محدّثِ امّت —— فرماتے ہیں کہ امام الرسل ، خاتم الانبیاء والمعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا :

لَوَدِدۡتُ اَنۡ اُقۡتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحۡيٰ ثُمَّ اُقۡتَلُ ثُمَّ اُحۡيٰ
ثُمَّ اُقۡتَلُ ثُمَّ اُحۡيٰ ثُمَّ اُقۡتَلُ ۔ (بخاری ۔ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح

ج ۲ ص ۱۱۱۸ ـــ المکتب الاسلامی، بیروت)
میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں
ـــ اور ایسا بار بار ہو...الخ

امام خاتم و معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ـــ اپنے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حوالہ سے فرمایا:

صبح قیامت ایک فرد بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں واپسی کا خواہش مند ہو گو کہ اس طرح اسے دنیا بھر کی نعمتیں میسر آجائیں ہاں شہید کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ شہادت پر سرفراز ہونے کے سبب جس عزت و کرامت سے بہرہ ور ہوگا اس کی وجہ سے اس کی خواہش ہوگی کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور بار بار (دس بار) راہِ حق میں مارا جائے

(بخاری، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ : ۱۱۲۰)

حضرت الامام ترمذی اور حضرت الامام ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت فضالۃ بن علبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی کہ سید ولدِ آدم خاتم النبیین والمعصومین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر مرنے والے کا نامۂ عمل مرنے کے ساتھ ہی لپیٹ دیا جاتا ہے۔ ہاں شہیدِ راہِ حق کا معاملہ مستثنیٰ ہے کہ وہ ایک تو قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے دوسرے صبحِ قیامت تک ایثار و قربانی کے سبب اس کے نامۂ عمل میں اضافہ ہوتا رہے گا ـــ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۲۴)

اس مرحلہ پر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خواہش کے باوصف شہادت سے سرفراز نہیں ہو سکتے۔ اس کی دورِ اوّل میں ایک بہت ہی اہم مثال حضرت خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ـــ جن کی قبولِ اسلام کے بعد ساری زندگی انہی معرکوں میں گزری اور ان کے وجود مقدس کا ہر حصہ زخمی تھا لیکن موت ـــ چارپائی پر ـــ سبب تو محدثین وشارحین

نے یہ لکھا کہ :

"پیغمبر اسلام نے انہیں اللہ کی تلوار قرار دیا ___ معرکہ میں ان کی موت پر یہ کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی تلوار ٹوٹ گئی ___ الٰہی غیرت اس کو برداشت نہیں کر سکتی"

تاہم ان کا غم اپنی جگہ ___ اور ایسے ہی ایک مثال دورِ آخر کی ___ استاذ الاساتذہ" امام حریت مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الھند کی ہے جنہوں نے برعظیم کی آزادی کے لئے زبردست جدوجہد کی ___ مالٹا کی اسارت میں بے پناہ مصائب برداشت کئے اور پھانسی کی سزا پائی ___ جو بعد میں قید میں تبدیل ہوئی ___ ۱۹۲۰ء میں دہلی میں ڈاکٹر انصاری مرحوم کے مکان پر وفات پائی ___ مصدقہ روایت ہے کہ وقت وفات بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہے تھے ___ وجہ پوچھی تو فرمایا :

"خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس طرح مرتا کہ گھوڑے میرے وجود کو روند ڈالتے لیکن وائے حسرتا کہ ایسا نہ ہو سکا۔"

ایسے بلا نوشانِ محبت کے لئے پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

"جو صدقِ دل اور خلوصِ نیت سے اللہ تعالےٰ سے شہادت کا سوال کرے گا اس کے صدق و خلوص کے سبب اللہ تعالےٰ اسے یہ مقام رفیع بخش دے گا اگرچہ اس کی موت بستر پر واقع ہو۔"

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم روایت حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ج ۲ ص ۱۱۲۱)

اور جو ابناءِ زر اور پرستگانِ دنیا ایسے ہوں گے جن کے دل میں کبھی اس مقامِ رفیع کے حصول کی خواہش پیدا نہ ہوئی ہوگی اور بقول خلیفۂ راشد و رابع سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ "کلاب دنیا" (دنیا کے کتے) بن کر رہ گئے ہوں گے، ان کے لئے امام الانبیاء والرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"کہ وہ منافقت کی موت مریں گے (مسلم عن ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۲۲)

راہِ حق کی جدوجہد کے لئے قرآن عزیز میں ابتداء میں جو آیات نازل ہوئیں اور جن کے ذریعہ اس جدوجہد کی اجازت دی گئی وہ ہیں آیاتِ حج : ۳۹-۴۰-۴۱، جن کا خلاصہ اس طرح ہے :

۱۔ راہِ حق میں مسلح ہو کر نکلنا ان لوگوں کے لئے ہے جنھیں ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا گیا ـــــ محض اس لئے کہ وہ دینِ اسلام کا نام کیوں لیتے ہیں ـــــ گویا مذہبی آزادی پر قدغن کے بعد جہاد لازم ہے ۔

۲۔ دوسرا سبب " معابد " کا تحفظ ہے نہ صرف مساجد کا بلکہ ہر اس معبد کا " جس میں ذکرِ الٰہی ہوتا ہو " (فقہ السنۃ للسید سابق ج ۲ ص ۶۲۰)

اور النسأ کی آیت ۷۵ میں مظلوم کی حمایت و نصرت کے لئے جہاد لازم قرار دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ راستہ طبائع پر گراں گذرتا ہے لیکن البقرۃ آیت ۲۱۶ میں فرمایا گیا ۔

"کہ تمہاری ہر ناپسندیدہ چیز واقعتہً ناپسندیدہ ہو اور تمہاری پسندیدہ اشیاء واقع میں ایسی ہوں ! ضروری نہیں ـــــ ہر چیز کی اصلیت سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے کہ اس کا انجام بہتر ہے یا اس کے برعکس "

عام حالات میں اس راستہ کو اپنانا ـــــ فرضِ کفایہ ہے۔ لیکن ایسے بھی حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ جب یہ فرضِ عین ہو جاتا ہے حتّٰی کہ عورتیں بھی اس عمل میں شامل ہو جاتی ہیں، جس کی تفصیل احادیث و فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے ۔

پیغمبرِ خاتم کے عم زاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ـــــ حضورِ اقدسؐ کے حوالہ سے مجاہدینِ راہِ حق کو " خیر الناس " اور " افضل الناس " قرار دیا ـــــ اور حضورِ اقدسؐ نے ایک ایسے شخص کو جو گوشۂ عافیت کا رسیا تھا ، منع فرمایا اور فرمایا :

ایسے مت کرو ۔ راہِ حق کی کاوش ستّر سال کی عبادت سے افضل ہے ...... اور مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے جنت واجب و لازم ہو

جاتی ہے (فقہ السنۃ ج ۲ ص ۶۲۰)

اور فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ــــ اسلام کے دین حق ہونے اور محمد کریمؐ کو نبی مان لینے والے کے لئے جنّت اور مجاہد کے لئے بھی جنّت ــــ لیکن پہلے شخص اور اس شخص کے مقام میں جو فرق ہوگا اس کا فاصلہ ایسے ہے جیسے زمین و آسمان کا فاصلہ ــــ (فقہ السنۃ ج ۲ ص ۶۲۰)

حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فی سبیل اللہ قتل ہونے والے کو جہاں شہید قرار دیا وہاں فی سبیل اللہ مرنے والے کو اسی طرح طاعون میں، پانی میں ڈوب کر مرنے والے کو بھی شہید قرار دیا اور حالتِ زچگی میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہونے والی خاتون کو بھی ــــ اور اپنے دین، خون اور عزّت کی حفاظت میں مرنے والے کو بھی شہید بتلایا (فقہ السنۃ ج ۲ ص ۶۳۳)

یہ سب حوادث ہیں، حادثاتی موت کی ہر شکل اس میں شامل ہے لیکن اصل معاملہ اسی کا ہے جو اپنا انگ انگ راہِ حق میں کٹوا کر سرخ رو ہو جائے ــــ اسے بغیر غسل دیئے اور جسم کے اصلی کپڑے اتارے بغیر سپردِ لحد کیا جائے گا ــــ جس کے زخموں سے صبحِ قیامت خون بہے گا اور اتنا اکرام ہوگا کہ وہ واپسی کی تمنّا کرے گا۔ ــــ
یہاں ذہن میں رہے کہ دشمن کی جان بوجھ کر خواہش کرنا کہ وہ اُلجھے پسندیدہ عمل نہیں۔

ــــ ارشادِ نبویؐ ہے۔
لوگو! دشمن کی ملاقات کی خواہش سے بچو ــــ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو ہاں ایسا مرحلہ آجائے تو صبر و ثبات سے کام لو اور سمجھ لو کہ جنّت تلواروں کی چھاؤں تلے ہے۔ (فقہ السنۃ ج ۲ ص ۶۳۸)

جو لوگ راہِ حق کی صعوبتیں برداشت کرکے موت سے آنکھیں چار کر لیتے ہیں اور فیض کے بقول ؎

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں — جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

انہی کے لئے حیاتِ ابدی کا وعدہ ہے — انہیں ہی مردہ کہنے سے روکا گیا اور انہی کے لئے فرمایا گیا کہ وہ اپنے رب کے رزق سے متمتع ہوتے اور اس کی نعمتوں سے شاد کام ہیں۔ سیّد سابق کے بقول

ان القتل فی سبیل اللہ لیس موتاً ابدیاً وانما ھوانتقالٌ
الی ما ھُوَ اَرْقی والبقی وان الفناءُ فی سبیل اللہ ھو عین البقاء۔

(فقہ السنۃ ج ۲ ص ۶۰۲)

فی سبیل اللہ قتل، موت ابدی نہیں بلکہ منتقل ہونا ہے ایسے مقام کی طرف جو بلند و بالا اور باقی رہنے والا ہے اور فی سبیل اللہ فنا ہو جانا عین بقا ہے۔

راہِ حق کی یہ کاوش و سعی جس میں گھوڑے کے نتھنوں کی مٹی بھی — قرآن مجید میں باعث قسم قرار پائی، اس کے لئے پیغمبر اسلام کی خواہش و تمنا سابق میں گذری — حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عبقری و محدث اسلام — "شہید محرم فی المدینۃ" کی تمنا معروف ہے کہ "خدایا مجھے اپنے نبیؐ کے شہر میں شہادت کی موت سے سرفراز فرما۔"

اور خلیفۂ ثالث و راشد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہر قسم کے دفاعی اقدامات سے بے نیاز اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا — بھی درحقیقت شوقِ شہادت ہی کے سبب تھا کہ انہیں اس کی پیغمبر اسلام کی زبانِ مبارک سے خوشخبری مل چکی تھی — غزوہ احد جس میں رسول رحمتؐ زخمی ہوئے۔ ستر صحابہ شہید ہوئے اور پیغمبر اسلام کے چچا حضرت حمزہ مظلومانہ شہید ہو کر سید الشہداء قرار پائے اس کی پہلی شب حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دعائیں مانگیں — حضرت عبداللہ کی دعا مردانہ وار مقابلہ کے بعد شہادت کی تھی — اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ (خمیس) حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل کی حاجت کے باوصف شہید ہونے کا شرف حاصل کیا اور غسیلِ ملائکہ قرار پائے۔

ـــــ ٹانگ سے معذور حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصد مشکل حضور اقدس سے اجازت لے کر جنگ میں شرکت کی اور عرض کیا اے رسولِ محترم! میرے بیٹے جنت میں جائیں، میں رہ جاؤں ـــــ اجازت ملی، شہید ہوئے ان کی اہلیہ اور صاحبزادے نے لاش مدینہ لے جانا چاہی لیکن ممکن نہ ہو سکا کہ ان کی دعا تھی ـــــ "مولا مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو" (قرۃ العیون)۔

نازو نعم میں پلے مصعب بن عمیرؓ ـــــ جو اماں عائشہؓ کے دوپٹے سے بنے اسلام کے پہلے علمبردار تھے وہ مردانہ وار لڑکر احد میں شہید ہوئے۔ جیتے جی جھنڈا نہ گرنے دیا اور کفن میں ایک نامکمل چادر میسر آئی (اصابہ) ـــــ صحابہ کرام کے دور کے واقعات کہاں تک ذکر کئے جائیں یہ بزرگ حضرات تھے مرد تھے، حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورت تھیں لیکن چار بچوں کی قربانی دی۔ حضرت سمیہؓ نے اسلام میں سب سے پہلے اپنا خون پیش کیا تو بچوں کے جذبات بھی کم نہ تھے۔ بدر میں حضرت معاذؓ بن عمرو اور معاذؓ بن عفراء نے لوہے میں ڈوبے ابوجہل سے پنجہ آزمائی کی ۔حضرت رافعؓ اور حضرت جندبؓ نے مصنوعی کشتی لڑکر جنگ میں جانے کی اجازت حاصل کی ـــــ صدر اسلام کے مسلمانوں نے جو عظیم روایت قائم کی اسے تاریخ نے ہمیشہ دہرایا۔ حضرت سعدؓ فاتح ایران کے رفقاء، حضرت عمروؓ فاتح مصر کے رفقاء، حضرت معاویہؓ کے بحری بیڑے کے مجاہدین، عقبہ بن نافعؒ، طارق بن زیادؒ، موسیٰ بن نصیرؒ اور محمد بن قاسمؒ سے لے کر تحریک مجاہدین ۱۸۳۱ء، سراج الدولہ، ٹیپو سلطان اور ۱۸۵۷ء کے شہدا، امام شامل کے ساتھی۔ سنوسی تحریک کے مجاہدین اور اب تک دینی اقدار کے لئے، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اور ظلم کو مٹانے کے لئے لڑنے والے اور راہِ حق میں اپنا خون بہانے والے ـــــ اتنی تعداد میں ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے ـــــ ان سب کے کردار کو دیکھ کر جہاں حضور اقدسؐ کے ارشاد کی صداقت سامنے آتی ہے کہ "صبح قیامت تک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خون بہانے والے برابر رہیں گے۔ یہاں تک کہ جناب مسیح علیہ السلام کی قیادت میں دنیا کے سب سے بڑے فتنے دجال

(باقی صا۳۱ پر)

تدوینِ قرآن پر اعتراضات

قرآن مجید وہ کلام الٰہی ہے جو تیرہ سال مکّہ معظّمہ اور دس سال تک مدینہ منورہ میں حضور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خدائے وحدہ لاشریک کی طرف سے وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جوں ہی وحی کا نزول ہوتا اسے یاد کرتے اور معاً بعد اسے لکھوالیتے۔ یاد کرنے کی ترتیب نزول کی ترتیب سے مختلف تھی اور وہ بھی آپؐ کی ہی مقرر کردہ تھی۔ یہ سلسلہ بائیس سال سے زیادہ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ آپؐ اس دنیا سے اعلیٰ علیین کی طرف تشریف لے گئے۔ قرآن مجید اسی ترتیب کے مطابق حفظ کیا جاتا رہا جو رسالت مآبؐ نے ہدایت فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ جنگِ یمامہ ہوئی (دورِ صدیق اکبرؓ میں) جس میں حفّاظِ قرآن کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی۔ تو صدیق اکبرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو "جمعِ قرآن" پر مامور فرمایا۔ انہوں نے محنت شاقّہ غور و فکر، استخارہ، کئی کئی صحابہؓ سے تصدیق کر کے اور متفرق مواد (ہڈیوں، پتھروں، چمڑے وغیرہ پر لکھا ہوا تھا) سے دیکھ کر قرآن مجید کو جمع کر دیا اور یہ مصحف ابو بکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات پر اسے ام المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کے پاس جمع کروا دیا گیا جو خود بھی قرآن کی حافظہ تھیں۔

یہ مصحف جوں کا توں امّ المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔ دورِ عثمانی میں حضرت حذیفہ بن الیمان نے عربی کے تلفّظ کے سلسلے میں مشاہداتی اختلافات عرض کئے جو تلفّظِ قریش اور تلفّظِ غیر قریش (عجمی و غیر عجمی دونوں) کے درمیان تھا۔ ساتھ ہی انہوں نے قرآن مجید کے صرف ایک لہجہ کے رائج کرنے کی صلاح دی جو کہ لہجۂ قریش کے مطابق ہو۔ باقی تمام لھجات کو سرکاری حکم کے ذریعے ختم کرنے کا مشورہ دیا۔ ان کے مشورہ کو صائب جانتے ہوئے مصحفِ صدیقی منگوایا گیا اور اس کی کئی نقلیں کر کے بلادِ اسلامیہ